

أصول فقه کی پہلی تالیف

حافظ عبداللہ *

اب اس بات میں کسی کلام کی گنجائش نہیں کہ صحابہ کرام و تابعین اور پھر آئمہ مجتہدین کے پیش نظر نصوص سے استنباط اور نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کے دوران باقاعدہ قواعد و ضوابط ہوتے تھے جن کو وہ پیش نظر رکھتے تھے۔ لہذا فقه کے اصول و قواعد کی موجودگی اور دوران استنباط و اخراج ان کا استعمال یقینی اور قطعی ہے۔ البتہ تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اصول فقه کے موضوع پر سب سے پہلے باقاعدہ کس نے کتاب تالیف کی؟ اگرچہ اس بات کا قطعی اور یقینی طور پر تعین کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کہ کسی علم میں اولین تالیف کا شرف کس کو حاصل ہوا جبکہ علوم کی تدوین و ترتیب اور تصنیف و تالیف اپنے ابتدائی مراض میں ہوا اور اس پر مستزاد یہ کہ ابتدائی تالیفات و تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ زمانہ کے دست بردار سے محفوظ بھی نہ رہا ہو۔ دور حاضر کے ایک معروف محقق ڈاکٹر عبدالواہب ابو سلیمان نے بجا لکھا ہے:

”قوموں میں علوم کا ظہور اچانک نہیں ہوتا، بلکہ وہ غور و خوض اور گہری فکر کے ایک زمانے سے گزرتے ہیں یہاں تک کہ ان کے معانی روشن ہو جاتے ہیں، ذہنوں میں ان کی حدود واضح ہو جاتی ہیں اور ان کی تدوین کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ اپنی نمو اور نکھار میں قانون تطور و تدریج سے گزرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (کسی علم کی) ابتداء اور اس (علم کی) زمام تھامنے والے اولین افراد کا تعین مشکل ہوتا ہے۔ یہی معاملہ علم اصول فقه میں پہلی تالیف (کے تعین) کے بارے میں بھی ہے۔ مختلف اہل مذاہب کے مابین (اصول فقه میں) پہلی تالیف کے بارے میں اختلاف ہے، باوجود یہ کہ بعض (اہل مذہب) کا دعویٰ اس مسئلہ پر اجماع کا ہے۔“ (۱)

دور تدوین میں نقیبی مکاتب فکر کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مختلف بلاد اسلامیہ میں متعدد ائمہ مجتہدین، اجتہاد و استنباط کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ علامہ ابن حزم تحریر کرتے ہیں:

”ثم أتى بعد التابعين فقهاء الامصار: كأبى حنيفة، وسفيان، وابن أبي ليلى بالكوفة، وابن جريج بمكة، ومالك وابن الماجشون بالمدينة، وعثمان البشى وسوار بالبصرة، والأوزاعى بالشام، و الليث بمصر، فجرعوا على تلك الطريقة من أحد كل واحد منهم عن التابعين من أهل بلده فيما كان عندهم، وأجتهدادهم فيما لم يجدوا عندهم، وهو موجود عند غيرهم، ولا يكلف الله نفسا إلا وسعها.“ (۲)

* اسٹنسٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

انہیں وضاحت سے بیان کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اساب علی جہاں بھی پائے جائیں گے، وہاں شریعت کے بیان کردہ احکام بھی نافذ ہوں گے، اسی طرح عقلی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قیاس جست ہے، یہ ثبوت دلالۃ انص سے ہے، جو قیاس کے مشابہ ہے، عین قیاس نہیں ورنہ تو دور لازم آئے گا۔

اس کے بعد آپ نے قیاس کے جست کے لئے یہ مشہور حدیث پیش کی ہے کہ: ”حضرت معاذ“ کو یمن بھیجتے ہوئے آپ نے فرمایا: اے معاذ تم معاملات کے فیصلے کس طرح کرو گے، حضرت معاذ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی کتاب کی روشنی میں، آپ نے فرمایا: اگر تمہیں کتاب میں یہ فیصلہ نہ ملت تو کیا کرو گے، حضرت معاذ نے جواب دیا، اسے سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں حل کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر سنت سے بھی حل نہ ہو تو کیا صورت اختیار کرو گے؟ حضرت معاذ نے جواب دیا: اس پر خود غور فکر کروں گا، اس پر آپ نے فرمایا:

”الحمد لله الذي وفق رسوله بما يرضي به رسوله“ (۳۳)

”سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے اپنے رسول کے نمائندہ کو ایسی بات کی توفیق دی ہے اس کا رسول پسند کرتا ہے۔“

ملاجیون اپنی تفسیر میں دیگر علوم کے علاوہ قرآن مجید کے مفردات کی تشریح و توضیح بھی فرماتے ہیں، مثلاً علم عرفات کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

”فالعرفات جمع عرفة سمیت بذلك لأنها وضعت لا براہیم عليه السلام فلما ابصرها عرفها
أولانه التقى آدم و حوا فتعارفاً أولان الناس يتعارفون فيها“ (۳۴)

”عرفات عرفہ کی جمع ہے، وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ میدان ابراہیم علیہ السلام کے لئے بنایا گیا تھا، آپ نے جب اسے دیکھا تو پہچان لیا، یا یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام یہاں ایک دوسرے سے ملے اور ایک دوسرے کو پہچان لیا، یا یہ کہ لوگ یہاں پر ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔“
اسی طرح کلالة کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وهي في الأصل مصدر بمعنى الضعف استعيرت اولاً للقرابة المذكورة لضعفها بالنسبة قرابة الولاد ثم اطلق على المورث أو الوارث بمعنى ذي كلاله“ (۳۵)

”کلالۃ دراصل مصدر ہے اور اس کا معنی ضعف ہے، یہاں ایسی قربت کے لئے مستعار ہے جو ولادت والی نہ ہو، کیونکہ یہ قربت ضعیف ہوتی ہے، پھر اس کا اطلاق وارث یا مورث پر ہوتا ہے، یعنی ذی کلالۃ۔“

مختصر یہ کہ ملاجیون کی مذکورہ تفسیر ایک بلند پایہ علمی کتاب ہے، جو غالباً اپنے موضوع پر واحد کتاب ہے جو بصریں لکھی گئی ہے۔

”پھر تابعین کے بعد مختلف علاقوں میں فقهاء ہوئے، جیسا کہ ابوحنیفہ و سفیان، ابن ابی شیلی کوفہ میں، ابن جرجج مکہ میں، مالک اور ابن ماجھون مدینہ میں اور عثمان الحنفی اور سورا بصرہ میں، او زاعی شام میں، لیث مصر میں۔ پس ان (فقہاء) نے اپنے اپنے شہر میں موجود تابعین سے جو کچھ ان کے پاس تھا، اسے اخذ کیا اور جو کچھ ان کے پاس نہیں تھا اس کے بارے میں اجتہاد کیا، اگرچہ (یہ اجتہادات) دوسرے (شہر کے) لوگوں کے پاس موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اسی کا مکلف کیا ہے جو اس کے بس میں ہے۔“

ان میں دو مکاتب فکر ایسے ہیں جن کا منیج زیادہ مقبول ہوا۔ ایک حجاز کا مکتبہ فکر جس کی امامت امام مالک فرمائی گئی اور اس کی بنیاد حضرت عمر، حضرت عثمان، عبد اللہ بن عمر، حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے فتاویٰ اور احکام پر قائم ہوئی اور دوسرا عراقی مکتبہ فکر تھا جس کی امامت امام ابوحنیفہ فرمائی گئی اور اس کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت علی، قاضی شریعت اور پھران کے تلامذہ علقمہ، ابراہیم نجاشی اور حماد کے فتاویٰ اور احکام پر قائم تھی۔

لیکن ان دونوں مکاتب فکر میں سے عراقی مکتبہ فکر کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس کے قائد امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تدوین کے لیے باقاعدہ مجلس تشکیل دی جس کے لیے آپ نے اپنے تلامذہ میں سے چالیس ایسے افراد کا انتخاب فرمایا جو خاص فنون میں، جو تدوین و تکمیل فقہ کے لیے ضروری تھے، استاذ زمانہ تسلیم کیے جاتے تھے، مثلًا بیگی بن ابی زائدہ، حضن بن غیاث، قاضی ابو یوسف وغیرہ حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے۔ قاسم بن معن اور امام محمد کو ادب اور عربیت میں کمال حاصل تھا۔

علامہ زاہد الکوثری تحریر کرتے ہیں:

”وَكَانَ أَجْلِي مُمِيزَاتُ مَذَهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ، أَنَّهُ مَذَهَبُ شُورَى، تَلَقَّتْهُ جَمَاعَةُ عَنْ

جَمَاعَةِ الْأَصْحَابِ بِخَلْفِ سَائِرِ الْمَذاَهِبِ، فَإِنَّهَا مَجْمُوعَةُ آرَاءِ لَا نَمْتَهَا“ (۳)

”ملک امام ابوحنیفہ“ کے اہم امتیازات میں سے یہ ہے کہ یہ ملک شورائی ہے، اسے ایک جماعت نے دوسری جماعت سے حاصل کیا اور یہ سلسلہ صحابہ کرام تک ہے، اس کے برعکس دیگر ممالک ان کے ائمہ کی آراء کا مجموعہ ہیں۔“

علامہ کوثری آگے تحریر کرتے ہیں:

”مغیرہ بن حمزہ کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ کے اصحاب جنہوں نے ان کے ساتھ کتب کی تدوین کی، چالیس افراد تھے جو کہ (علم و مرتبہ میں) بڑوں کے (بھی) بڑے تھے۔ اسد بن الفرات نے فرمایا: امام ابوحنیفہ کے اصحاب جنہوں نے

ان کے ساتھ کتب کی مدد میں کی، چالیس افراد تھے۔ ان میں سے ابتدائی دس افراد میں یہ حضرات شامل تھے۔ زفر بن ہذیل، داؤد طائی، اسد بن عمر، یوسف بن خالد اسلامی (امام شافعی کے مشايخ میں سے ایک) یحییٰ بن زکریا بن ابی زکریہ (جو ان کے لیے تیس سال تک کتابت کرتے رہے)۔ مجھے اسد بن عمر نے بتایا کہ وہ حضرات کسی سوال کے جواب میں امام ابوحنیفہؓ میں موجودگی میں مختلف آراء دیا کرتے تھے۔ ایک کا جواب کچھ ہوتا تو دوسرے کا جواب کچھ اور۔ پھر وہ مسئلہ کو امام ابوحنیفہؓ کے سامنے پیش کرتے اور ان سے پوچھتے۔ پس وہ ایسا جواب دیتے جو کہ جامع ہوتا یعنی اقرب (الی الصواب)۔ اور کسی مسئلہ کے حل کے لیے تین دن تک بحث گنتگو ہوتی رہتی، پھر وہ اسے دیوان میں لکھ دیتے۔ (۲۱) الف
فقہ حنفی کے طریقہ مدد میں متعلق علماء مثابی لکھتے ہیں:

”مدد میں کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تھا، اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق الرائے ہوتے تو اسی وقت قلم بند کر لیا جاتا اور نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں، کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی، امام صاحب بہت غور اور تحمل کے ساتھ سب کی تحریریں سنتے اور بالآخر اسیجا چاٹلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام صاحب کے فیصلے کے بعد بھی لوگ اپنی اپنی آراء پر قائم رہتے، اس وقت وہ سب مختلف احوال قلم بند کر لیے جاتے، اس کا التزام تھا کہ جب تک تمام ثرکائے جلسہ جمع نہ ہو لیں کسی مسئلہ کو طے نہ کیا جائے۔“ (۲۲)

علامہ کوثری رقم کرتے ہیں:

”قال اسحاق بن ابراهیم: کان اصحاب ابی حیفہ یخوضون معه فی المسألة، فإذا لم يحضر عافية بن یزید القاضی قال أبو حنیفہ: لا ترفعوا المسألة حتى یحضر عافية، فإذا حضر عافية و وافقهم قال أبو حنیفہ: أثبتوها، وإن لم یوافقهم، قال أبو حنیفہ: لا تثبتوها.“

”احق بن ابراهیم کا قول ہے: امام ابوحنیفہؓ کے اصحاب ان کے ساتھ کسی مسئلہ پر غور و خوض کرتے تھے۔ پس اگر عافیہ بن یزید القاضی موجود نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہؓ فرماتے: اس مسئلہ کو اس وقت تک نہ اٹھایا جائے جب تک عافیہ موجود نہ ہوں۔ جب عافیہ موجود ہوتے اور ان کی موافقت کرتے تو امام ابوحنیفہؓ اس (مسئلہ کو) ضبط تحریر میں لے آؤ اور اگر وہ موافقت نہ کرتے تو امام ابوحنیفہؓ فرماتے اسے مت تحریر کرو۔“

”يقول زفر: كنا نختلف إلى أبي حنيفة ومعنا أبو يوسف و محمد بن الحسن، فكنا نكتب عنه، قال زفر، فقال يوماً أبو حنيفة لأبي يوسف: ويحك يا عقوب، لا تكتب كل ما تسمع مني، فاني قد أرى الرأى اليوم وأتركه في غده أنظر كيف كان ينهم أصحابه عن تدوين المسائل، اذا تعجل احدهم بكتابتها قبل تمحيصها كما يجب.“ (٥)

”زفر قرأت هذه: هم امام ابو حنيفة کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ ابو یوسف اور محمد بن حسن ہوتے۔ ہم ان کے اقوال لکھتے تھے۔ ایک دن امام ابو حنيفة نے امام ابو یوسف سے فرمایا۔ اے یعقوب، تمہارا بھلا ہو۔ جو کچھ مجھ سے سنتے ہو اسے نہ لکھ لیا کرو۔ میں آج ایک رائے قائم کرتا ہوں کل اسے چھوڑ دوں گا۔ کل ایک رائے رکھوں گا، پرسوں اسے چھوڑ دوں گا۔ ویکھیے کہ امام ابو حنيفة اپنے ساتھیوں کو، جب وہ بحث و تمحیص کے بغیر مسائل لکھنے میں جلدی کرتے تو انہیں تدوین مسائل سے کیسے منع کرتے تھے؟“

علامہ کوثری الموقر الہکی کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

”انه وضع أبو حنيفة مذهبہ شوری بینهم لم يستبد فيه بنفسه دونهم اجتهادا منه في الدين و مبالغه في النصيحة لله و رسوله والمؤمنين، فكان يلقى المسائل مسألة ويسمع ما عنده ويقول ما عنده ويناظرهم شهرا أو أكثر حتى يستقر أحد الأقوال فيها، ثم يثبتها أبو يوسف في الأصول حتى اثبت الأصول كلها، وهذا يكون أولى وأصوب، والمتحقق أقرب، والقلوب إليه أسكن وبه أطيب، من مذهب من انفرد فوضع مذهبہ بنفسه، ويرجع فيه إلى رأية.“ (٦)

”امام ابو حنيفة نے اپنا مسلک باہمی مشاورت کی بنیاد پر وضع کیا۔ انہوں نے خود کو بر تنہیں سمجھا اور اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط نہیں کیا۔ دین کے معاملے میں ان کی طرف سے اس کی پوری کوشش ہوئی۔ ایسا انہوں نے اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین سے خیرخواہی کے جذبے سے کیا۔ وہ ایک ایک مسئلہ پیش کرتے تھے اور (اپنے اصحاب سے) جوان کے پاس ہوتے ان کے خیالات سنتے اور اپنی بات سناتے۔ اس طرح باہم ایک ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ مباحثہ چلتا رہتا یہاں تک کہ کسی ایک قول پر استقرار ہو جاتا، پھر امام ابو یوسف

اسے کتاب اصول میں تحریر کرتے۔ یہاں تک تمام اصول کا انضباط عمل میں آگیا۔ اس لیے مسلک امام ابو حنیفہ اولی، قرین صواب، حق کے نیا قریب، قلوب کے لیے باعثطمینان اور پاکیزہ ترین ہے، اس مسلک کے مقابلہ میں جس کو (اس کے بانی نے) انفرادی طور پر وضع کیا اور (مسلک) کا مرجع اسکے (بانی) کی رائے ہے۔“

اسی طرح ایک مسئلہ کی متعدد صورتیں زیر بحث لائی جاتیں اور خوب بحث و تحقیص کے بعد اسے تحریر کیا جاتا۔

علامہ کوثری رقم کرتے ہیں:

اور امام ابو حنیفہ کا اپنے ساتھیوں کو فقه سکھانے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے مسائل پر متعلق گفتگو کرتے ہوئے کسی مسئلہ پر ایک رائے پیش کرتے اور اس کی تائید میں ان کے پاس جو دلائل و براہین ہوتے انہیں پیش کرتے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے پوچھتے کہ کیا ان کے پاس اس (رائے) کے معارضہ میں کچھ شروع کرتے، یہاں تک کہ سامعین ان کی دوسرا رائے کے درست ہونے کے قائل ہو جاتے تو ان سے اپنی اس نئی رائے کے بارے میں ان کی رائے طلب کرتے۔ پھر جب دیکھتے کہ ان کے پاس کوئی بات نہیں تو تیسری رائے سامنے لاتے۔ پھر سب کار بجان اس تیسری رائے کی طرف ہو جاتا۔ آخر میں ان میں سے ایک رائے کو جو کہ صائب ہوتی، واضح دلائل سے حکم کرتے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا امتیازی طریقہ تفہیم ہے۔“ (۷)

اس مجلس تدوین فقہ نے، جس میں محدثین، فقہاء، لغت و عربیت کے ائمہ اور استنباط و اجتہاد کے ماہرین شریک تھے جو مسئلہ تحریر کرنے سے پہلے خوب غور و فکر، بحث و نظر اور نقد جرج کرتے تھے، عرصہ تیس سال میں اپنا کام مکمل کیا۔ اس مجلس کی مذکورہ بہیت اور طریقہ کار اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ اس میں نہ صرف فروع اور جزئیات فقه کو زیر بحث لایا جاتا ہوگا، بلکہ استنباط کے اصول و قواعد کی روشنی میں ان پر بحث ہوتی ہوگی اور خود استنباط کے اصول و قواعد کی بھی تلقیح و ترتیب کا کام ہوتا ہوگا۔ اس کے ساتھ اگر یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ عراق کا یہ مکتب فکر قیاس و رائے کو استعمال کرنے کے لحاظ سے مشہور بھی تھا تو کچھ تعجب نہیں کہ خود اس مکتب فکر کے امام حضرت ابو حنیفہ نے قیاس اور استنباط کے اصول و قواعد سے متعلق کتاب تصنیف فرمائی ہو یا الملا کروائی ہو۔ جیسا کہ علامہ کوثری تحریر تحریر کرتے ہیں:

”ومما يذکر في مؤلفات الاقدمين من كتب أبي حنيفة كتاب الرأى ذكره ابن أبي

العوام۔“ (۸)

اصول فقہ کی پہلی تایف

”قدماء کی تایفات کے ضمن میں امام ابوحنیفہؓ کی کتابوں میں سے کتاب الرأی کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسے ابن ابی العوام نے ذکر کیا ہے۔“

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہے کہ جمع و تدین کے اوپر دوڑ کے سب سے بڑے مصنف امام ابوحنیفہ تھے۔ ان کا کوئی معاصر اس میں ان کا ہم سر نہیں۔
ابن حجر کی رقم طراز ہیں:

”لِمْ يَظْهُرْ لَا حدٌ مِنَ النَّمَاءِ الْاسْلَامِ الْمَشْهُورِ يَنْ مِثْلُ مَا ظَهَرَ لِابْنِ حَنْيفَةِ مِنَ الْأَصْحَابِ وَالتَّلَامِيذِ وَلَمْ يَنْتَفِعُ الْعُلَمَاءُ وَجَمِيعُ النَّاسِ بِمِثْلِ مَا انتَفَعُوا بِهِ وَبِاصْحَابِهِ فِي تَفْسِيرِ الْأَحَادِيثِ الْمُشْتَبِهَةِ وَالْمَسَائِلِ الْمُسْتَبْطَهَةِ وَالنَّوَازِلِ وَالْقَضَاءِ وَالْحُكَامِ، جَزَاهُمُ اللَّهُ خَيْرًا، وَقَدْ ذُكِرَ مِنْهُمْ بَعْضُ مَتَّخِرِي الْمُحَدِّثِينَ فِي تَرْجِمَتِهِ نَحْوًا الشَّمَانِيَّةَ مَعَ ضَبْطِ أَسْمَائِهِمْ وَنَسْبِهِمْ بِمَا يَطْوُلُ ذِكْرَهُ.“ (۹)

”امام ابوحنیفہؓ کے جتنے اصحاب و تلامذہ مشہور ہوئے، اتنے ائمہ اسلام میں سے کسی کے بھی نہیں ہوئے۔ اسی طرح علماء اور دیگر حضرات احادیث مشتبہ، مسائل مستبطہ، نوازل، قضاۃ اور احکام کے اس سلسلے میں جتنا فائدہ ان سے اور ان کے اصحاب سے اٹھایا اتنا کسی اور سے نہیں اٹھایا۔ اللہ انہیں بہترین جزا عطا کرے۔ بعض متاخرین محدثین نے امام ابوحنیفہؓ کی سوانح میں نام و نسب کے ساتھ ان کے آٹھ سو اصحاب اور تلامذہ کا تذکرہ کیا ہے، اس کا ذکر باعث طوالت ہو گا۔“

علامہ کوثری نے مذہب حنفی کے پھیلاؤ کی اصلی وجہ اس اجتماعی طریقہ تدوین کو فرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:
”اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؓ اپنے اصحاب سے اپنی رائے کے قبول پر اصرار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہیں آمادہ کرتے تھے کہ اپنی آراء پیش کریں۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا، پس وہ بات قبول کر لیتے جو دلیل سے واضح ہو جاتی تھی اور اسے چھوڑ دیتے جو دلیل سے رو ہو جاتی۔ وہ فرماتے تھے: ”کسی شخص کے لیے درست نہیں کہ ہماری رائے کے مطابق رائے اختیار کرے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ قول کیسے اختیار کیا۔“ (۱۰)

اس دور میں نہ صرف امام ابوحنیفہؓ کی کتب متداول و مروج ہوئیں، بلکہ بڑے بڑے ائمہ ان سے استفادہ کرتے تھے۔

امام مالکؓ نے خالد بن مخلد قطوانی کو خط لکھ کر ابوحنیفہؓ کی مطالب کیں اور انہوں نے حکم کی تعلیم کی۔ (۱۱)

عبدالعزیز الدراوری سے روایت ہے:

”أن مالكا كان ينظر في كتب أبي حنيفة وينتفع بها.“ (١٢)

”امام مالک“، امام ابوحنیفہؓ کی کتب دیکھا کرتے تھے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

امام شافعی تحریر کرتے ہیں:

”من لم ينظر في كتب أبي حنيفة لم يتبصر في الفقه.“ (١٣)

”جس نے امام ابوحنیفہؓ کی کتابیں نہیں دیکھیں، اس نے فقہ میں عبور حاصل نہیں کیا۔“

زادہ بن قدامہ نے ایک مرتبہ سفیان ثوریؓ کے سرہانے ایک کتاب پائی جس کو وہ دیکھا کرتے تھے، انہوں نے ان سے اس کو دیکھنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت دے دی، اس کے بعد زادہ بن قدامہ کہتے ہیں:

”فإذا كتاب الرهن لابى حنيفة، فقلت له تنظر في كتبه؟ فقال: وددت انها

كلها عندي مجتمعة انظر فيها، فما بقي في شرح العلم غاية، ولكن ما

نصفه.“ (١٤)

”وَ إِمَامُ الْأَبْوَاءِ حَنِيفَةُ كِتَابُ الرِّهْنِ تَحْتَى، مَيْنَ نَے كَهَا كِيَا آپَ ان کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ فرمایا میں تو چاہتا ہوں کہ ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوں اور میں ان کو دیکھتا ہوں۔ انہوں نے علم کی شرح میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر ہم ان سے انصاف کا معاملہ نہیں کرتے۔“

عبداللہ بن داؤد وسطی کا قول ہے:

”من اراد ان یخرج من ذل العمی و الجهل ویجد لذة الفقه فلينظر في کتب

ابی حنيفة.“ (١٥)

”جو چاہتا ہے کہ اندھے پین اور جہالت کی ذلت سے نکلے اور فقہ کی لذت پائے تو وہ امام ابوحنیفہؓ کی کتب کا مطالعہ کرے۔“

خطیب بغدادی سجادۃ راوی کا بیان نقل تحریر کرتے ہیں:

”دخلت أنا و أبو مسلم المستملی على يزيد بن هارون، وهو نازل ببغداد على

منصور بن المهدی. فصعدنا الى غرفة هو فيها فقال له أبو مسلم: ما تقول يا أبا

خالد في أبي حنيفة والنظر في كتبه؟ قال: انظروا فيها ان كنتم تربدون أن تفهوموا

فاني مارايت احدا من الفقهاء يكره النظر في قوله.“ (١٦)

”میں اور ابو مسلم امستملی زید بن ہارون کے پاس گئے، وہ منصور بن المهدی کے پاس بغداد میں مہمان تھے۔ ہم سیرھیاں چڑھ کر اس کمرے میں پہنچ جس میں وہ تشریف فرماتھے۔ ابو مسلم نے ان سے کہا ”اے ابو خالد، آپ امام ابو حنیفہ اور ان کی کتب کے مطالعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا اگر چاہتے ہو کہ تم میں تفقہ پیدا ہو تو ان کی کتابیں دیکھو۔ میں نے تو فقہاء میں سے کسی کو ان کے اقوال کے مطالعہ کو ناپسند کرتا نہیں دیکھا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ نہ صرف دور اول کے کثیر التصانیف مصنف تھے، بلکہ ان کی کتب اس قدر بلند پائی تھیں کہ اس دور کے تمام اکابر ائمہ فقہہ و اجتہادیان سے استفادہ کرتے تھے۔ امام صاحب کی کتب کے ساتھ یہ اختناق اور شفف صدیوں تک رہا ہے۔

تاضی اطہر مبارکبوری رقم طراز ہیں:

”امام صاحب کی کتابوں کے ساتھ اختناق و شفف کا یہ حال تھا کہ پانچویں صدی کے ایک عالم کو زبانی یاد تھیں، اور ان کا دعویٰ تھا کہ اگر دنیا سے یہ کتابیں ناپید ہو جائیں تو میں ان کو اپنی یادداشت سے لکھو سکتا ہوں۔ سمعانی نے قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری مروزی م-۲۱۵ھ کا قول کیا ہے:

”لو نفت کتب ابی حنیفة لأمليتها من نفسی.“

”یعنی اگر امام ابو حنیفہ کی کتابیں مٹ جائیں تو میں اپنی یادداشت سے الما کروادوں۔“ (۱۷)

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس دور کے فقہاء و محدثین کے تلامذہ نے اپنے اساتذہ و شیوخ کی کتابوں کو ضبط کر کے روایت کیا جس کی وجہ سے ان کی کتابوں کا شمار تلامذہ کی تصانیف میں ہونے لگا۔ جیسا کہ اب کتاب الآثار امام ابو یوسف اور کتاب الآثار امام محمد کے متعلق محقق ہو چکا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہے جس کو آپ سے آپ کے تلامذہ نے روایت کیا۔

امام ابو یوسف کے تذکرے میں، ابن خلکان، امام شافعی اور ابن العماد الحسینی نے لکھا ہے:

”و اول من وضع الکتب فی اصول الفقه علی مذهب ابی حنیفة و املى

المسائل و نشرها، وبث علم ابی حنیفة فی أقطار الارض۔“ (۱۸)

”انہوں نے امام ابو حنیفہ کے ملک پر اصول فقہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کیں۔ مسائل املا

کروائے اور ان کی اشاعت کی اور امام ابو حنیفہ کا علم ہر گو شہر زمین میں پھیلایا۔“

ابن ندیم نے امام ابو حنیفہ کے دوسرے شاگرد امام محمد کے تذکرہ میں ان کی کتب کی نہرست میں کتاب اجتہاد

الرأى، كتاب الاتحسان اور كتاب اصول الفقه کا ذکر کیا ہے۔

ان تفصیلات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہؓ مدرس مذوین فقہ میں اصول فقه واضح اور منطق ہو چکے تھے بلکہ فقہ کی تدوین کے ساتھ اصول فقہ کی باقاعدہ تدوین اور اس کی کتب تصنیف کرنے کا شرف بھی امام ابوحنیفہؓ اور ان کے تلامذہ ہی کو حاصل ہوا ہے۔

علامہ ابوالوفا الافغانی نے بالکل بجا لکھا ہے:

”وَمَا أُولُو الْأَيْمَنَةِ مِنْ صَنْفٍ فِي عِلْمِ الْأَصْوَلِ، فِيمَا نَعْلَمُ، فَهُوَ إِمامُ الْأَئْمَةِ، وَسَرَاجُ

الإِمَامَ أَبْوَ حَنِيفَةَ النَّعْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِيثُ بَيْنَ طُرُقِ الْاسْتِبْطَاطِ فِي (كتاب

الرأى) لَهُ، وَتَلَاهُ صَاحْبَاهُ الْقَاضِيُّ، الْإِمَامُ أَبْوَ يُوسُفَ يَعْقُوبُ بْنُ ابْرَاهِيمَ

الْأَنْصَارِيُّ، وَالْإِمَامُ الرَّبَانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيُّ رَحْمَهُمَا اللَّهُ“ (۱۹)

”اور جس شخص نے علم اصول (فقہ) میں سب سے پہلے کتاب تصنیف کی ہمارے علم کے مطابق وہ امام الائمه، سراج الائمه امام ابوحنیفہؓ النعمان ہیں، انہوں نے اپنی کتاب الرائے میں استنباط کے طریقوں کو بیان کیا ہے۔ ان کے بعد اصول فقہ میں کتابیں تصنیف کرنے والوں میں ان کے صاحبین امام ابویوسف، ابراهیم انصاری اور امام ربانی محمد بن حسن الشیباعیؓ کا نام آتا ہے۔“

ان حقوق کی روشنی میں شاہ ولی اللہ محدثؒ کی جلالت شان اور عظمت مقام کے باوجود ان کی اس بات سے اتفاق کرنا مشکل ہے۔

”أَنَّى وَجَدْتُ بَعْضَهُمْ بِزَعْمِ أَنَّ بَنَاءَ الْخَلَافَ يَبْعَدُ أَبْيَ حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيَ عَلَى هَذِهِ

الأَصْوَلَ الْمَذَكُورَةِ فِي كِتَابِ الْبِزْدُوِيِّ وَنَحْوِهِ، وَإِنَّمَا الْحَقُّ أَنَّ أَكْثَرَهَا أَصْوَلَ

مُخْرَجَةٌ عَلَى قَوْلِهِمْ وَعِنْدِي أَنَّ الْمَسْأَلَةَ الْقَائِلَةُ بِأَنَّ الْخَاصَّ مُبِينٌ وَلَا يَلْحِقُهُ

الْبَيَانُ، وَأَنَّ الزِّيَادَةَ نَسْخَهُ وَأَنَّ الْعَامَ قَطْعَيُّ كَالْخَاصِّ، وَأَنَّ لَا تَرْجِحَ بَكْثَرَةَ

الرَّوَاةِ وَأَنَّهُ لَا يَجِدُ الْعَمَلُ بِحَدِيثِ غَيْرِ الْفَقِيهِ إِذَا انْسَدَ بَابُ الرَّأْيِ، وَأَنَّ لَا

عَبْرَةَ بِمَفْهُومِ الشَّرْطِ وَالْوُصْفِ اَصْلًا وَانْ مَوْجِبُ الْأَمْرِ هُوَ الْوُجُوبُ الْبَيْتَةُ،

وَأَمْثَالُ ذَلِكَ أَصْوَلَ مُخْرَجَةٌ عَلَى كَلَامِ الْأَئْمَةِ، وَأَنَّهُ لَا تَصْحُ بِهَا رَوَايَةُ أَبْي

حنِيفَةَ وَصَاحِبِيهِ“ (۲۰)

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؓ اور امام شافعیؓ کے درمیان بنائے اختلاف وہ اصول ہیں جو بزدودی کی کتاب وغیرہ میں مذکورہ ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان میں سے بیش تر اصول بعد میں ان ائمہ کے اقوال سے مستبطن کیے گئے ہیں۔ میرے نزدیک بہت سے اصول، مثلاً خاص میں ہے، زیادتی لئے ہے، عام خاص کے مثل قطعی ہے کوئی روایت کثرۃ رواۃ کی بنا پر قابل ترجیح نہیں ہے، غیر فقیہ کی حدیث پر عمل ضروری نہیں اگر اس سے رائے کا درواہ بند ہو جائے، شرط اور وصف کے مفہوم کا اعتبار نہیں، امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے، وغیرہ۔ یہ تمام اصول ائمہ کے کلام سے بعد میں مستبط کیے گئے ہیں۔ امام ابوحنیفہؓ اور ان کے صاحبین نے ان کا استنباط کیا ہے، یہ ثابت نہیں ہے۔“

علامہ زاہد الکوثریؒ کا اس پر یہ محاکمہ گوشت ہے، لیکن دلائل پرمنی اور قابل توجہ ہے۔

”مسلم حنفی کے اصول کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ متاخرین کے وضع کردہ ہیں۔ انہوں نے خبر احادیث سے نص پر زیادتی کو اسی صنف میں شامل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے امام شافعیؓ اور امام محمدؐ کے مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے خود انہی کی بات کی تردید ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (اس معاملہ میں) ان کا مبلغ علم قلیل ہے، ان کی معلومات کا دائرة تنگ ہے اور وہ متقدیں کی کتب سے جن میں کثرت سے مسلم حنفی کے اصول، ائمہ قدما سے نقل کیے گئے ہیں، بے خبر ہیں۔ کیا ان کو عیسیٰ بن ابیان کی کتاب الحجج الکبیر یا الصغیر، ابو بکر رازیؓ کی الفصول فی الاصول اور اتفاقی کی شامل، کتب ظاہر الروایہ کی شروع کی کچھ خبر نہیں۔ ان کتب میں کثرت سے مسلم حنفی کے اصول ائمہ سے مnocول ہیں۔“ (۲۱)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک بن انسؓ نے بھی اصول فقہ پر کلام فرمایا۔ اس پر ان کی مشہور تالیف موطا شاہد ہے جس میں ان قواعد و اصول کی طرف اشارہ ملتا ہے جو دوران اجتہاد و استنباط ان کے پیش نظر ہوتے تھے۔ اسی طرح ان کی وہ مکاتب بھی جو فقیہ مصر حضرت لیث بن سعدؓ سے ہوئی، بطور مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ لیکن آپ نے تباہ، استنباط کے اصول و قواعد کو کسی مستقل کتاب کی صورت میں مدون فرمایا ہو، اس کا سراغ نہیں ملتا۔

ڈاکٹر عبدالواہب ابو سلیمان تحریر کرتے ہیں:

”مالکیہ کی رائے ہے کہ امام مالک نے سب سے پہلے اصول فقه اور غریب الحدیث میں کلام کیا اور اپنی موطا میں کثرت سے ان کو بیان کیا ہے۔ لیکن مالکیہ، امام مالک کی اصول فقہ میں مستقل تالیف کا دھوئی نہیں کرتے۔ بے شک وہ اولین لوگوں میں ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں سب سے پہلے کلام کیا۔ ہم نے ان کی لیث بن سعد سے مکاتبت کا ذکر پہلے کیا ہے۔ جو کہ اصول (فقہ) کی تدوین کے آغاز (کے) نمونہ (کے طور پر پیش کی جاسکتی) ہے۔“ (۲۲)

حاصل بحث یہ کہ جس طرح فقه کی باقاعدہ تدوین کا آغاز حضرت امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ نے کیا، اسی طرح اصول فقہ یعنی استنباط و استخراج کے میدان میں بھی باقاعدہ تصنیف و تالیف میں اولیت کا شرف حضرت امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ امام ابو یوسف و امام محمد کو حاصل ہے۔

حواشي وحواله جات

- ١- ذاكر عبد الوهاب ابو سليمان، الفكرة الاصولى، دار الشروق، جده، طبع دوم، ١٩٨٢م، ص ٢٥
- ٢- ابن حزم الاندلسي، الاحكام في اصول الاحكام، دار المدريث، بيروت اداره الازيز، مصر ١٩٨٣م، ١٤٢٢هـ
- ٣- الکوثرى، علامه زايد، فقهاء الامراقي وحد شهم، انج ایم سعید کپنی، ١٤٠١هـ، ص ٥٥
- ٤- حواله سابق
- ٥- شبل نعمانى، علامه، سیرت العمامى، مدینه پلاشتنگ کپنی، کراچى، س، ن، ص ٢٢٧
- ٦- فقهاء الامراقي وحد شهم، ص ٥٥، ٥٦
- ٧- الکوثرى، علامه زايد، حسن التقاضى فى سيرة الامام ابو يوسف القاضى، انج ایم سعید کپنی، طبع دوم، ١٤٠٣هـ، ص ١٣
- ٨- ايضاً، بلوغ الامانى فى سيرة الامام محمد بن حسن الشيبانى، انج ایم سعید کپنی، ١٤٠٠هـ، ص ١٨
- ٩- ابن حجر العسقلانى، الخيرات الحسان، انج ایم سعید کپنی، کراچى، ١٤٠١هـ، ص ٢٢، ٢٣
- ١٠- فقهاء الامراقي وحد شهم، ص ٥٦، ٥٧
- ١١- يسأله ان يتحمل اليه شيئا من كتب ابي حنيفة ففعل، الدمشقى، محمد يوسف صالح، حقوق الجمان فى مناقب الامام العظيم ابى حنيفة العمامى، انج ایم سعید کپنی، کراچى، ١٤٠٠هـ، ص ١٨٦
- ١٢- بلوغ الامانى، ص ١٨
- ١٣- مجلس برہان، نج ١٠٠، شماره ٥، ص ٧١، بحواله اخبار ابى حنيفة واصحابه، ص ٨١
- ١٤- ايضاً، ص ١٩، ١٨، بحواله اخبار ابى حنيفة واصحابه، ص ٧٨
- ١٥- ايضاً
- ١٦- خطيب بغدادى، تاریخ بغداد، مكتبة العربية بغداد، ١٩٣١م، ٣٣٢/١٣
- ١٧- مجلس برہان، نج ١٠٠، شماره ٥، ص ٢٦، ٢٥
- ١٨- ابن خلakan، دفیات الاعیان وابناء الزمان، دار الثقافة، بيروت، ١٣٢٢هـ، ٣٨٢٦، شذرات الذهب، ٣٠١/١
- ١٩- امام بزدوى، اصول السردى، تحقیق، ابوالوفا الانفانى، دار المعارف العمانی، طبع اول، ١٩٨١م، ص ٣
- ٢٠- تناوه ن الله، جیة الله البالغ، دار التراث، قاهره، طبع اول، ١٣٥٥هـ، ١٢٥/١
- ٢١- حسن التقاضى، ص ٩٨
- ٢٢- ذاكر عبد الوهاب ابو سليمان، الفكرة الاصولى، ص ٢٢